بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاص الفقہ

ایک دکھنی تعلیمی مثنوی مؤلفہ حاجی محمد رفعتی فتاحی

مرتبہ
مولانا ابو النصر محمد خالدی صاحب

فتاحی کی اب تک تین مثنویوں کا پتہ لگا ہے :-

۱ - مفید الیقین : اس میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خاص طور پر آپ صلعم کے معجزے منظوم کئے گئے ہیں، تین ہزار سے کچھ زائد اشعار کی یہ مثنوی سنہ دس سو چھانوے ہجری میں مکمل ہوئی۔

ملاحظہ ہو- اُردو قلمی کتابوں کی فہرست کتب خانہ (مختاریہ) سالار جنگ - حیدر آباد دکن۔ سنہ تیرہ سو چہتر ہجری۔ صفحہ سات سو باون۔

۲ - شعب ایمان : (شعب بروزن خسر- شعبہ کی جمع) سوا سو شعر کی اس مختصر مثنوی میں مسلمانوں کو جن جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان سب کو نظم کیا گیا ہے، یہ سنہ گیارہ سو تیس ہجری میں قلم بند کی گئی۔

تفصیل کے لئے محوّلہ صدر فہرست کا صفحہ ایک سو بیناليس اور " ہماری زبان " مورخہ یکم جولائی سنہ انیس سو اکسٹھ ملاحظہ ہو۔

۳ - خاص الفقہ : اس میں فتاحی فرماتے ہیں :

کہ خاص الفقہ نام اس کا تو جان	سو نعمان کے ہے پاک مذہب میں مان	شعر نشان ۹
یو فتاحی جو رفیتی سو مدام	ثنا حمد رب پر نبی پر سلام	ش ۷۴۰
سو خاص الفقہ تو سمجھ اس کا نام	خدا کے کرم سوں ہوا ہے تمام	ش ۷۴۱
ہزار ایک پر سو واڑتیس سال	شروع ہیں یہ ہجرت کے نیکو خصال	ش ۷۴۲
محرم کے غرّہ کو ہو یو تمام	ہو یوم الاحد میں نبی پر سلام	ش ۷۴۳
کیا ہوں یہ ایلور میں تو پچھان	مبارک رسالہ ہوا ختم جان	ش ۷۴۴

مثنوی کا اجمالی تعارف خود صاحب مثنوی نے ان بیتوں میں کر دیا ہے، نثر عاری میں اس کی وضاحت یہ ہے کہ محمد رفیتی نامی بزرگ جن کا تخلص فتاحی تھا۔ خاص الفقہ نامی ایک مثنوی بروز یکشنبہ بتاریخ یکم محرم سنہ گیارہ سو اڑتیس ہجری مطابق انتیس اگست سنہ سترہ سو پچیس عیسوی میں بمقام ایلور واقع ریاست آندھرا مکمل کی، اس میں امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے (م ایک سو پچاس ہجری) مسلک کے مطابق عقائد اور اس کے بعد عبادات کے احکام بیان کئے ہیں، ابتدائی ۹ بیتوں میں حمد و نعت وغیرہ ہے، پھر عقائد کی تفصیل کے بعد طہارت، اذان، نماز، زکوٰۃ، فطرہ، خُمس، روزہ اور حج کے مسائل ہیں، آخر میں مصنف نے مثنوی کی تالیف کے وقت و مقام کا ذکر کرتے ہوئے دعا پر اصل مثنوی ختم کر دی، اس کے بعد موضوع سے غیر متعلق تقریباً سرسٹھ اشعار کی ایک مستقل مناجات ہے، اس مناجات کے اختتام پر فتاحی نے مومنوں سے دعا کی درخواست کر کے قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔

مخطوطہ کی صوری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات" جلد دو۔ صفحہ چوہتر، حیدر آباد۔ سنہ تیرہ سو اکاسی ہجری۔

مفید الیقین کے اختتام کا سنہ دس سو پچانوے ہجری ہے، اس وقت فتاحی کی عمر اگر پچیس سال کے لگ بھگ فرض کی جائے تو خاص الفقہ کے مکمل ہونے تک ان کی عمر کا چھٹا دہا پورا ہو چکا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ مناجات میں عموماً بندہ اپنے مالک سے اپنی شخصی آرزوں اور دلی ارمانوں کے پورا کرنے کی استدعا کرتا ہے۔ فتاحی بھی اپنی زندگی کے آخر وقت کو یاد کر کے قبر و حشر کی ہولناکیوں سے

پناہ مانگتے ہوئے دوزخ کے عذاب سے بچنے، جنت کی نعمت سے بہرہ ور اور اللہ کے دیدار سے مشرف ہونے کی التجا کرتے ہیں۔ مناجاتی ابیات کی سرسری قرارت ہی سے ایک معتدل مزاج قاری کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف پر خوف ورجا کی جو کیفیت طاری ہے وہ عارضی ہے اور نہ رسمی وظاہری بلکہ یہ اس کے گہرے قلبی احساسات کا پرتو ہے۔ غالباً اسی خلوص وصداقت کی وجہ سے مناجات کی اثر انگیزی، سادگی وبے ساختگی میں شروع سے آخر تک کوئی کمی نظر نہیں آتی، کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ابیات کی تنظیم کے وقت مصنف کو اعذر اللہ الی امرئٍ اخر اجلہ حتی بلغ ستین سنۃ (صحیح البخاری کتاب الرقاق ۸۱ باب من بلغ ستین سنہ الخ ۵) اور عمر امتی من ستین سنۃ الی سبعین سنۃ میری امت کے افراد کی عمریں (عموماً) ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہیں (سنن الترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب ماجاء فی فناء اعمار ھذہ الامۃ ۲۳) جیسے فرمودات رسالت صلعم بار بار یاد آرہے ہیں۔

پیش نظر مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتاحی عربی زبان اور تفسیر وفقہ میں مہارت رکھتے تھے، آخر الذکر علم ان کا خصوصی موضوع معلوم ہوتا ہے۔ اس مثنوی میں فقہ حنفی کے مطابق جو مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ اس مذہب کی نہایت معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں، ایک جگہ (چھ سویں بیت) انھوں نے اس مسلک کی تین نہایت اہم کتابوں —— قدوری (المختصر فی فروع الحنفیۃ از احمد بن محمد القدوری م ۴۲۸ ھ) کنز الدقائق (از عبداللہ بن محمد النسفی م ۷۱۰ ھ) اور شرح وقایۃ (الروایۃ فی مسائل الہدایۃ از عبداللہ بن مسعود م ۷۴۷ ھ) کا ذکر کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مثنوی کے جملہ مضامین معتمد علیہ کتابوں پر مبنی ہیں۔

بعض وقت ائمۂ فقہ کی رائیں کسی مسئلہ میں مختلف ہوتی ہیں لیکن حق انھیں میں دائر رہتا ہے اسلئے جس رائے پر بھی عمل کیا جائے درست ہوتا ہے اس طرح فقہی اختلافوں سے عوام کو عمل کرنے میں سہولت ہوتی ہے، اس اصول کا فتاحی نے بھی خصوصی خیال رکھا ہے، مثال کے طور پر شعر نشان چار سو چوبیس، چار سو بتیس اور چار سو اکتالیس دیکھئے، ان سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مصنف تنگ نظر یا شدت پسند نہیں ہیں فتاحی نے ضمناً اپنے خوش نویس نہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہیں، شاید

شوقِ مطالعہ کی شدت نے وصلیاں لکھنے کا موقع نہیں دیا۔ فرماتے ہیں :-

شکستہ قلم یہ لکھا ہوں سو میں   درست کر کے سمجھایہ ہر یک کو تیں   ش ۸۲۵

افتادِ طبع یا عمر کی زیادتی و ہم ذوق رفیقوں کی کمی کی وجہ سے حضرت تنہائی پسند و عافیت کوش معلوم ہوتے ہیں۔ مومنوں سے خواہش کرتے ہیں کہ میرے لئے دعا کرنے کے لئے آئیں مگر زیادہ نہ ٹھہریں

دعا مجھ کرو اور نکل جاؤ رے   ٭   کہ راحت منے ٹک مجھے بھاو رے

مخطوطہ کے سرورق پر "ایں کتاب دکھنی در مذہب امام اعظم، تصنیف حاجی محمد فنتی " لکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد فنتی رحمۃ اللہ علیہ اُن خوش نصیبوں میں تھے جنھیں ڈھائی سو سال پہلے کی سفری صعوبتوں کے باوجود اس فرض کی ادائی کی توفیق ہوئی تھی، فنّاحی کے حاجی ہونے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ معاشی حیثیت سے خوش گذران اور صاحب استطاعت تھے۔

"حاجی" کو نام کا جزو (عَلَم) سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی اس کو لقب ہی سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ دخانی جہاز کی ایجاد سے پہلے ہندوستانیوں کے لئے حج واقعی ایک امتیازی وصف تھا۔

(۳)

کسی تعلیمی نظم میں تاریخی معلومات ڈھونڈنا گویا سونے کی کان میں موتی تلاش کرنا ہے لیکن خوش قسمتی سے اگر وہاں کوئی جھڑا پڑا مل جائے تو اس کو گم شدہ سمجھ کر اٹھا لینے میں دیر بھی نہیں کرنی چاہئے۔

اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ فنّاحی کے زمانہ میں عورتیں شرعی عذر کے بغیر ہی نماز بیٹھ کر ادا کرنے لگی تھیں، یہ رواج شاید شرم و حجاب کے غیر اسلامی تصور پر مبنی تھا، فنّاحی عورتوں کو ایسا کرنے سے بشدت منع کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

سو عورت مرد بھی کھڑیں ہوئیں تیں   کہ عورت کھڑی نیں رہتی چھوڑ دیں   ش ۲۵۸

سو عورت کو بھی کر تو تاکید یوں   کھڑی در نماز او نہ رہتی سو کیوں   ؍ ۲۵۹

ابھی تک قطعیت سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ فنّاحی کے زمانہ میں دکھن کے اسلامی مدرسوں میں کون کون سی کتابیں کس کس درجہ میں پڑھائی جاتی تھیں، فنّاحی کے اس بیان "قدوری میں بعضوں کا یہ قول ہے"،

نہ شرح وقایہ نہ در کنز ہے" سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس زمانہ کے عالموں میں متداول معروف تھیں، ممکن ہے شریک نصاب بھی ہوں۔

دکن میں آج سے قریباً تیس پینتیس سال قبل تک بھی گلستاں سے زیادہ "کریما" مقبول رہی۔ زیرنظر مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ پندنامہ سعدی کی یہ مقبولیت تین سو سال پہلے سے چلی آرہی تھی۔ پند ونصائح کے بعد سعدی نے انسانوں کے فرق مراتب ودرجات کی جو بے نظیر تصویر کھینچی ہے:۔

یکے پاسبان ویکے بادشاہ ؛ یکے دادخواہ ویکے تاج خواہ ' الی آخرہ۔ غالباً وہی فتاحی کے لئے میدانِ حشر میں لوگوں کے اختلاف احوال کا نقشہ اتارنے کا سبب بنی، فرماتے ہیں ؎

"کسی کو مصیبت کسی کو ثواب ؛ کوئی تلملاتا اچھے جوں کباب
کسی کو کشاکش کسی کو عذاب ؛ کسی کو پلائیں گے کوثر کا آب"

اور جب اللہ تعالیٰ "کسی کو قیامت میں گلشن کرے ؛ کسی کے وہاں عیب روشن کرے" تو

"میرے عیب کا تو ستّار ہو ؛ گناہوں کا میرے تو غفار ہو" اللھم اغفرہ

اس تعلیمی فقہی مثنوی میں یہ دو تین تاریخی اطلاعیں بھی خلافِ توقع ہی ملیں، منفرد و بے ربط ہونے کی وجہ سے ان کی اہمیت ظاہر نہیں ہوتی، دکن کی تہذیبی تاریخ میں جگہ پائیں گی تو غالباً ناقابلِ التفات نہیں رہیں گی۔

———(۴)———

مصنف کے زمانہ وعلاقہ کے اجتماعی ماحول کا جائزہ اور مثنوی کی لسانی خصوصیتوں وغیرہ جیسے موضوعوں پر خامہ فرسائی قبل از وقت ہے۔ ان کی تفصیل فتاحی علیہ الرحمۃ کی دوسری مثنویوں کی تصحیح وترتیب کے وقت ہی مناسب ہوگی اس لئے ان سے صرفِ نظر کرکے یہاں تعلیمی نظموں کی چند معلوم خصوصیتوں کو یاد دلاتے ہوئے ان امور کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی جائے گی جو اس بے بضاعت کی نظر میں اہم معلوم ہوئے اور جو زیادہ تر اسی مثنوی سے متعلق ہیں۔

لغوی، صرفی، نحوی وعروضی قواعد یا فقہی ضوابط نظم کرنے والے اپنے موضوع کے تنگ دائرہ

یں محدود رہنے اور اپنے تخیل کو مقید رکھنے پر مجبور ہیں اس لئے وہ موزوں کلام کو شعر کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتے، ایسے ناظموں کو دوسری دشواری شعری قالب یعنی بحر کی وجہ سے پیش آتی ہے وہ صرف ایسی ہی بحریں اختیار کرسکتے ہیں جس میں ممکنہ حد تک روانی ہو، ان میں اتار چڑھاؤ نہ ہو یا بہت کم ہو، اور جن کی تکرار خورد سالوں اور کم استعداد لوگوں کی زبان پر گراں نہ ہو، اکثر تعلیمی نظمیں زیادہ تر سالم بحروں میں منظوم کی گئی ہیں کیونکہ ان میں زحافات نہیں ہوتے، تیسری دشواری وزنِ شعر کی وجہ سے پیش آتی ہے، یہ دشواری اگرچہ شاعر وناظم میں مشترک ہے مگر جب مذکورہ دشواریوں کے ساتھ وزن عروضی کے شروط وقیود کا اضافہ ہوجائے تو پھر کسی تعلیمی نظم کا موزوں کرنا بسا اوقات شعر گوئی سے زیادہ کٹھن ہوجاتا ہے، تعلیمی ناظم کی چوتھی دشواری اس کے مخاطبوں کی کم استعدادی اور ان کے ذخیرۂ الفاظ کی فطری کممایگی ہے، اصطلاحوں کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ جو کمسنوں کے لئے غریب و نامانوس ہوں ان میں موضوع سے رغبت پیدا کرنے کی بجائے وحشت پیدا کرنے کا سبب ہوجاتا ہے۔ اس دشواری کی وجہ سے ناظم کے انتخابِ الفاظ کے دائرہ کا نہایت چھوٹا ہوجانا لازمی ہے، سنسکرت عربی، فارسی یا مقامی زبان سے وہ صرف ایسے ہی الفاظ لے سکتا ہے جو بہت عام ہوں - اتنے عام کہ بچے اور نیم خواندہ عوام ان کے معنی سے واقف یا کم سے کم ان سے گوش آشنا ہوں، اُردوئے قدیم کے تعلیمی ناظم کی ان دشواریوں کے سوا ایک اور بڑی دشواری اس زبان کی تکوینی حالت کی وجہ سے پیش آتی تھی - آپ واقف ہی ہیں کہ قریباً تین سو سال پہلے اُردو لغت کے ذخیرہ میں غالباً تیس ہزار الفاظ بھی ایسے نہیں ہوں گے جنھیں معیاری اُردو قاموس میں جگہ دی جاسکے، ذخیرۂ الفاظ کی قلت کی وجہ سے ناظم مجبور تھا کہ ایک ہی لفظ ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال کرے، ایک ہی لفظ ایک ہی بیت بلکہ بعض وقت ایک ہی مصرع میں مکرر لائے جس سے معنوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، یہ محض ایسے حشو و زوائد ہیں جو وزن برقرار رکھنے یا قافیہ ملانے کے لئے ضروری ہیں -

عروضی قواعد کی پابندی نہ کرنا یا نہ کرسکنا بھی زبان کی اسی تکوینی حالت کا نتیجہ ہے، دوسری زبانوں کی شاعری، جیسے مثلاً فارسی شاعری بھی اس دَور سے گذر چکی ہے، دکنی شعرا بھی فارسی عروض

اختیار کرنے کے باوجود قافیہ کی مسلّمہ قیدیں بار بار توڑتے رہتے ہیں۔ ایطائے خفی تو کیا ایطائے جلی بھی ان کے یہاں کوئی نقص نہیں، قافیہ کے لئے اشباع، ترخیم اور زیادت وغیرہ کی مثالیں قریباً ہر صفحہ پر مل جاتی ہیں، ہندی لہجہ کے لحاظ سے ناز کا قافیہ راض۔ نفاس کا قافیہ خلاص یا جس کا قافیہ عبث بھی مل جاتا ہے۔

عروض یا مسلمہ صرفی قاعدوں سے تجاوز کا ایک اور اہم سبب اس سلسلہ کے آخری ملحوظہ سے واضح ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اکثر تعلیمی نظمیں اصلاً درسی اغراض کے لئے نہیں تھیں کہ طالب علم یا کوئی اور سبقاً سبقاً ان کا مطالعہ کرتا، ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ابتدائی درجہ کے طالب علم فقہ، صرف، نحو یا اسی طرح کے بنیادی علوم کے ناگزیر قواعد حفظ کرلیں یا کم سے کم ان سے اچھی طرح مانوس ہوجائیں، نظم کے بالطبع مرغوب ہونے کی وجہ سے طالب علم انھیں خوش الحانی یا لَے سے دہراتے رہیں۔ یہاں ناظم کو عروضی قواعد اور فنی ضوابط کی پابندی سے زیادہ صحتِ معنی اور صوتی ہم آہنگی کا خیال رکھنا پڑتا تھا، زبان کی تکوینی حالت کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ بھی پیشِ نظر رکھئے تو ارُدوئے قدیم کے اس نقص کی علت واضح ہوجائے گی کہ اس میں کسی مشدّد حرف کو غیر مشدّد، غیر مشدّد کو مشدّد، متحرک کو ساکن یا اس کے برعکس اور کسی لفظ سے ایک اور بعض وقت دو دو حرف ساقط از تقطیع کیوں کردیئے جاتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مذکورہ صدر دشواریاں بعض اوقات کسی عام لفظ کی صورت تک کو متغیر کرنے پر مجبور کردیتی ہیں، اصطلاحی الفاظ کو البتہ بہرحال اس کی اصلی شکل و صورت میں ہی لکھا جاتا خواہ وزن و تلفظ میں وہ کتنا ہی متغیر کیوں نہ ہوجائے، مثلاً صلوٰۃ، زکاۃ یا قنوت وغیرہ کو کبھی صلت، زکت یا قنت نہیں لکھا جاتا۔ جو کچھ تغیر ہوتا ہے وہ بھی بہرحال نسبتاً کم ہوتا ہے اس لئے زیادہ عام نہیں ہونے پاتا اور عوام اس سے بآسانی واقف نہیں ہوتے اس وجہ سے مؤلف و کاتب تغیر شدہ لفظ کو متغیر صورت ہی میں نقل کرتے ہیں تاکہ نظم میں اسی طرح پڑھا جائے نہ کہ اس صورت و صوت میں جو فی الواقع از روئے لغت ہے، اس تغیر شدہ املا کی وجہ سے پڑھنے یا سُنانے والا اس بات سے خبردار ہوجاتا ہے کہ یہاں وزن و صوت برقرار رکھنے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے " دکھنی شعرا جیسا بولتے تھے ویسا ہی

لکھتے تھے " یہ دعویٰ بلا قید و شرط صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ باختلاف ازمنہ و امکنہ ایک ہی زبان کے لہجوں میں فرق و امتیاز ہوتا ہے اور ہے مگر قدیم ادب اور جدید ادب کے املاء میں فرق کی تنہا یہی ایک وجہ نہیں ہے بلکہ تغیر شدہ لفظ کو صوت بند کرنے کی کوشش بھی اختلاف املاء کا ایک سبب ہو سکتی ہے ایک ہی نظم میں ایک ہی لفظ کا املاء بعض مرتبہ دو طرح پایا جاتا ہے اس کا سبب یہی ہے مگر صوت بندی کی کوشش میں اتنا مبالغہ نہیں کیا جاتا کہ لفظ مسخ ہو جائے اور بالکلیہ نیا معلوم ہو اور جس کی اصل ہی کا پتہ نہ لگ سکے۔ پہننا کو پینا، نہیں کو نئیں یا گرھن کو گراں تو لکھ دیا جاتا ہے کہ اس تغیر کو پہچاننا آسان ہے لیکن بلند کو بلن، قمیص کو قمص، سست و درست کو سس و درس نہیں لکھا جاتا کہ ایسا کرنا نسخ کی بجائے مسخ ہو جاتا ہے، یہ بھی ملحوظ رہے کہ نسخ کی حد تک جو تغیر کیا جاتا تھا وہ بھی طبعاً مصنف کے اختیار تمیزی پر موقوف تھا، تغیر کا کوئی بے لچک قاعدہ موجود تھا اور نہ اس زمانہ میں ایسا کرنا ممکن۔

اختلافِ املاء کے دوسرے اسباب کی تفصیل یہاں کچھ بے محل سی ہے، اس کی شرح و تفصیل انشاء اللہ کسی اور وقت کی جائے گی، فی الحال خاص الفقہ کی بعض ایسی خصوصیتوں کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے جنھیں پیشِ نظر رکھا جائے تو متن سے استفادہ کرنے میں دشواری نہیں ہوگی۔

اس مثنوی کی بحرِ متقارب مثمن محذوف الآخر ہے، بعض شعر مقصور الآخر بھی ہیں۔ یعنی فعولن، فعولن، فعولن، فعل یا فعول عروضی تو ایک ہی شعر میں حذف و قصر دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اس لئے ایسا استعمال معیوب نہیں، چونکہ بعض اور بحروں کی طرح اس بحر کے سب ارکان بھی وتدِ مجموع سے شروع ہوتے ہیں اس لئے صدر، عروض، ابتداء اور عجز (ضرب) میں ہر اس لفظ کو جو ازروئے لغت بہ سکونِ ثانی ہے بہ تحریک باندھا گیا ہے " یا " بطور حرف تخییر اور لفظ نماز و زکوٰۃ جہاں کہیں صدر یا ابتداء میں آئے گا وہاں اس کا الف خارج از تقطیع تصور کیا جائے بشرطیکہ اس کے بعد کا لفظ الفِ وصل سے شروع نہ ہوتا ہو، اسی طرح لفظ دنیا اور ایمان جہاں کہیں صدر، عروض، ابتداء یا عجز میں آئے وہاں اس کی "یا " خارج از تقطیع سمجھی جائے، مصرعوں کے درمیان جہاں جہاں معیاری لغوی حرکت و سکون سے تجاوز ہوا ہے وہاں برمحل متنبہ کیا جائے گا، یہ جیسا بولتے تھے

ویسا باندھتے تھے یا جیسا باندھتے تھے ویسا ہی بولتے تھے کی مثالیں نہیں ہیں۔ معیاری حرکت و سکون سے ایسا تجاوز انھیں مجبوریوں کا نتیجہ ہے جن کی تفصیل گزر چکی، لفظ رمضان ہر جگہ بروزنِ شعبان باندھا گیا ہے حال آں کہ صحیح بحرکاتِ ثلاثہ ہے، یہ اس واقعہ کی مثال ہے کہ جیسا بولتے تھے، ویسا ہی باندھتے تھے مگر اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی نہ بھولئے کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے تو نئے کام و دہن کی خلقی ساخت کے لحاظ سے اس کا صوت و آہنگ بھی بدل جاتا ہے، اس لئے صوت بندی میں اس کی شکل بھی متغیر ہو جاتی ہے۔ ایسی تبدیلی طبعی ہے نہ کہ کوئی غلطی جس کی معذرت پیش کی جائے، رمضان بروزن شعبان اور اس جیسے دوسرے الفاظ مُستَند ہیں اس لئے اُردو میں وہ سب فصیح و معیاری سمجھے جائیں گے، ان کو عوامی یا مقامی الفاظ سمجھنا درست نہ ہوگا۔

اس مثنوی میں ایسے الفاظ بہت ہی کم ہیں جن کی حیثیت مقامی ہے نہ کہ معیاری، البتہ ایسے الفاظ خاصی تعداد میں آئے ہیں جو پہلے کی بہ نسبت اب کم مستعمل ہیں اور جن کا رواج جنوب کی بہ نسبت شمال میں کم ہو گیا ہے اور ان کا شمار غریب میں ہونے لگا ہے، ان الفاظ کے معنی صرف اس لئے دیئے گئے ہیں کہ عوام بھی اس سے استفادہ کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ کریں۔

مثنوی میں جو فقہی اصطلاحیں آئی ہیں وہ قریباً سب کی سب بہت عام ہیں اس لئے یہاں ان کی وضاحت غیر ضروری تھی، البتہ جہاں اجمال ابہام سا ہو گیا ہے وہاں برمحل وضاحت کر دی گئی ہے۔

سوائے کتب خانہ آصفیہ خاص الفقہ کے کسی دوسرے نسخہ کا کوئی پتہ نشان نہیں ملا اس لئے صرف تین لفظوں کی تصحیح (بیت ۳، ۸۶۷، ۶۳۵) نہیں ہو سکی، ایسے الفاظ کے محاذی مصحح نے اپنی معذوری ظاہر کر دی ہے، مخطوطہ میں متعدد الفاظ دو دو اور بعض صورتوں میں تین طرح نقل ہوئے ہیں، یہاں بیشتر مسودہ کے مطابق ہی بعینہٖ کیا گیا ہے صرف چند جگہوں پہ کو اور تو کے بعد کا نُون غنہ نہیں لکھا گیا۔ جن جن الفاظ کا املا صریحاً غلط تھا ان سب کی تصحیح کر دی گئی ہے، ایسے مقاموں پر محترم قاری کو متنبہ کرنے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آیا اس لئے تنبیہ غیر ضروری معلوم ہوئی۔

خت سے خارج از تقطیع، خک سے خطائے کتابت اور فش سے ضرورتِ شعری مراد ہے۔
مثنوی کے متن کی درستی میں استاد محترم میر غلام علی صاحب عادی نے راقم السطور کی مساعدت فرمائی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱	کہ نت حمد رب کو سزاوار ہے جگت کا جو پیدا کرنہار ہے	رنت = بکسر نون سنسکرت = س ورِاکرت = ت، صفت، ہمیشہ = مسلسل، لانہایت۔
۲	دمادم ہزاراں ثنا حمد تام جو مضروبَ مخلوقَ میں سب مدام	= ط۔ یں جو کی بجائے یو۔ خک بمضروب = مشہور
۳	بھی آنیچہ صلواتَ بر شاہِ نر جو احمد نبی ہیں جو خیر البشر	
۴	بھی سب آل و اولادَ اصحابَ پر بھی ازواجُ و اعوانَ احبابَ پر	
۵	جتے دینَ کے دینَ داراں اوپر مصنف بھی ہور اس کے یاراں اوپر	
۶	درودُ ہور ثنا کی پچھیں بولیا فقہ کے کتے بندَ سب کھولیا	
۷	محمد فتاحی کیا یوں کتاب کہ ہر یک کو معلومَ ہونا شتاب	= فتاحی بروزن عطائی برائے بحر
۸	کہ دکھنی زباں سوں یو بولیا ہوں میں علم دینَ کے بندَ کھولیا ہوں میں	
۹	کہ خاص اللغہ نامَ اس کا تو جان سو نعماں کے ہے پاکَ مذہب میں مان	نعمان = امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت م ۱۵۰ھ

در علم ایمان

۱۰ اَوّل علمِ ایمانَ کا جانَ تو
کر مشغولَ ہو کر اسے مانَ تو

۱۱ علم دینَ کا ہے اسے تو پچھان
بچے گا خَلَل سوں ترا تو ایمان = بچے - ط میں ب کے بعد نون بھی ہے۔

۱۲ شریعت کی رہ پر تو ہو استوار
شریعت کے حکماں تو کرلے قرار

۱۳ اگر کوئی پوچھے گا کہ کیا ہے ایمان
دگر تو کہے گا مجھے نئیں پچھان

۱۴ اسی وقت کا فر تو ہو جائے گا
اسی پر مرے گا تو غم کھائے گا

۱۵ یو عاقل و بالغ اوپر فرضَ ہے
کہ عورت مَرد پر یو جوں قرضَ ہے مرد = بحر کتیں - ضش

در فرض ہائے ایمان

۱۶ بھی ایمانَ میں فرضَ دو ہیں جو چیز
بوجھے گا اسے کوئی جسے ہے تمیز

۱۷ کہ ایمانَ کا فرض یو یک عیاں
زباں تے تو اقرار کرنا بیاں

۱۸ بھی سچ کر سمجھ دل سے تصدیق دھر
کھتا ہوں تجھے میں عمل اس پہ کر کھتا = کہتا

درصفت ایمان : آمنتُ باللہ

۱۹ بھی ایمان لیا تو یوسفؔ چیز پر
خدا ایک ہے کہہ یقین جان کر

۲۰ اوّل کہہ خدا پر میں لیا یا ایماں
جنے جیو دیا ہے مجھے ہور پچھاں

۲۱ او سلطاں اسے کوئی نہیں ہے وزیر
او سبحاں اسے کوئی نہیں ہے نظیر

۲۲ نہ فرزند ماں باپ عورت دھرے
او واحد احد ہے نہ کثرت دھرے

وملائکتہ

۲۳ بھی ایمان دسرا فرشتیاں اوپر
خدا کی او پیداش ہے جان کر

۲۴ سو نورانی جتّے او دھرتے ہیں سب
مَرگ کے بھی پھاندے میں پڑتے ہیں سب

۲۵ نہ عورت اھیں ہور نہیں مرد ہیں
سو کھانے دپینے سوں بے درد ہیں — بے درد = مکلّف۔

۲۶ شب و روز مشغول عبادت میں ہیں — ۔ مشغول کا واؤ خت۔
خدا کے حکم پر سعادت میں ہیں — ۔ حکم بجرکتیں فنش

وکتبہٖ

۲۷ بھی ایمان تسرا کتاباں اوپر
جو بھیجا ہے رب نے رسولاں اوپر

۲۸ نہیں حرف آواز سوں او کلام
ہدایت بشر جن کو اس تے تمام
۲۹ کہہ ایمان اس پر دل وجان تے
کر خوش ہو کے لیا یا بھومان تے — بھومان = عزّت، احترام

ورُسُلہ

۳۰ بھی چوتھا رسولاں پہ لیایا ایماں
نبی ھور رسولاں کو سب میں پچھاں
۳۱ او حق تے ہی ہادی و رہبر مدام
خدا سوں او نو پر سو ہونا سلام
۳۲ محمدؐ نبی سب منے خاص ہیں
شریعت حقیقت میں غوّاص ہیں
۳۳ شفاعت ہمن کو کرنہار ہیں
مہر کا چھترا اودھر نہار ہیں
۳۴ نبی کی محبت میں تن تے جدا
دل وجاں کروں میں نبی پر فدا

والیوم الآخر

۳۵ بھی روزِ قیامت سو پنجم ایماں
لے آیا ہوں بے شکّ ھور بے گماں — = شک کا کاف مشدّد۔ برائے بحر
۳۶ بڑے زلزلے سوں او دن آئے گا
سو حسرت سبھوں پر گزر جائے گا
۳۷ بزاں بدخلائق سو دوزخ میں جائیں — سو نیکاں خوشی سات جنّت میں آئیں

والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ

۳۸ بھلے ھور بُرے پر بھی چھٹا ایمان = چھٹا بر وزن ٹھٹا برائے بحر
سو لیا یا ہوں میں یوں خدا سو پچھان

۳۹ بھلے اور بُرے کا کرنہار او
ہریک کو گنہ سوں دھرن ہار او

۴۰ جو کوئی اس کو سمجھے گا دل گیان تے گیان - بکسر کاف فارسی - اسم مذکر، س = ادراک
سو اکثر مرے گا او ایمان تے

والبعث بعد الموت حق

۴۱ بھی ایمان ستواں بعث پر تو آن = بعث، بحرکتین - ضش
سوئے پر قبر تے اٹھیں سب تو مان = قبر، بحرکتیں - ضش

۴۲ وہاں تے کدی کوئی نا مر کے جائے
کہ دوزخ میں جائے یا جنّت میں آئے = یا کا الف خت۔

۴۳ فنا نئیں ہے اس دو کو ساتھ اھل کے
خبردار نا ہو تو سنگ جُھلَ کے = جھل بر وزن قرب جاہل کی جمع - ضش

۴۴ دیکھیں بعض دیدار از چشم سر دیکھیں پہلی یا خت
سو کئی لاکھ جنت میں پائیں وقر

۴۵ کیتے ہیں جو دوزخ میں جا در فراق
ہمیشہ ہلاکی سوں بے تاب و طاق طاق = طاقت کی ترخیم

۴۶ بشر جن پہ ایسا ہے مشکل عیاں
خبردار ہوں تو نہاں ھور عیاں

در فرض ہائے اسلام

۴۷ سو اس کے پچھیں علم اسلام جان
خدا کا ہریک پر یو ہے فرض مان

۴۸ کر کلمہ شہادت یو ہے جوں قرض
خدا ہور نبی کا شہادت فرض

۴۹ بھی دسرا فرض یو نماز اں کرے
ذرا عذر اس میں کدی نا دھرے

۵۰ زکاتاں کو تیسرا فرض جان کر — فَرَض = بحرکتین ۔ فش
فقیراں کو دینا سدا مان کر

۵۱ بھی چوتھا فرض ہے یو خوش ہو کرے — فرض = " ۔ فش
سو رمضان کے فرض روزے دھرے

۵۲ سو پانچواں فرض حج کو کرنا ادا — پانچواں کا پہلا الف مخت ۔ فرض بحرکتین فش
یسر تجھے گر دیوے گا خدا

۵۳ یو اسلام کے فرض پانچوں تمام
کر نہار پر حق تے ہونا سلام

در بیان احسان

۵۴ ہے احسان یو ہے تجھے ہوی پچھان
عبادت خدا کا تو یوں کر سُبحان — سُبحان = بالضم دوسرا حرف جیم مہملہ ۔ صفت ۔ س = عاقل، زکی، باخبر

۵۵ گر یا رب کو دیکھیا عبادت منے
حضوری سوں دل رکھ سعادت منے

۵۶ غَرَض کر خدا کو نہ دیکھیا تو یاں
خدا دیکھتا ہے ترے پر عیاں

۵۷ کہ احسانَ کہتے سوں یو جانَ تو
عبادت میں حاضر قَلَب آنَ تو   قلب ۔ بحرکتین ۔ ضش

۵۸ دعا رفعتی کو کرَ ایمانَ پر
سخن تے یو ختاجی کا مانَ کر

۵۹ نہ بُھل فاتحہ سوں کدی اسکے تئیں   بُھل = بھول = بھولنا کا صیغہ امر۔ واؤ کا حذف ضش
سو صلوات ہزاراں محمدؐ پہ ہیں   صلوات کا الف خت

در احکام ایمان

۶۰ کہ احکامَ ایمانَ کے ساتَ جاں
یو جملے میں تفریقَ یوں ہے تو ماں

۶۱ کہ احکامَ ایمانَ تو بوجھ پانچ
دنیا سوں تعلق یو دھرتے ہیں سانچ   سانچ = سچ = واقعی

۶۲ امن میں ہے ایمانَ جو لیا ٹھَار   ٹھاڑ ۔ بتائے ہندی، سنسکرت میں چوتھا
قتل بند کرنے سوں اے نیک کار   حرف بھی رائے ہندی = قائم، راست یا سیدھا ہونا۔

۶۳ نہ کوئی مالَ ناحق لیوے اس کا کب
بے موجب شرع نارنجانی سواب

۶۴ کدی نا کرے بدگماں اس اوپر
ہووے حکمَ دنیا کے پانچ یاد دھَر   پانچ کا الف خت

۶۵ حکم آخرت کے دو ہیں جانَ کے ÷ مرے گا جو ایمانَ سوں جانَ کے

۶۶ عذابِ ابد سوں خلاصی اویا ÷ او آخر سو جنت میں پائے گا جا

(باقی)